خدام الدین

حضرت مولانا احمد علی

2/1
31-32

شہدائے بالاکوٹ

عبدالخالق

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام پر نجات موقوف ہے !

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ فَتَجِیْءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّلٰوةُ، فَیَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ فَتَجِیْءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّدَقَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ عَلٰی ذٰلِكَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ۔ ثُمَّ یَجِیْءُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ اَنَا الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ بِكَ الْیَوْمَ اٰخُذُ وَ بِكَ اُعْطِیْ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ كِتَابِهٖ وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ؀

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اعمال حاضر ہوں گے نماز آکر عرض کرے گی اے رب! میں نماز ہوں۔ جواب ملے گا تُو اچھی چیز ہے۔ پھر صدقہ آئے گا اور کہے گا میں صدقہ ہوں جواب ملے گا تُو اچھی چیز ہے۔ پھر روزہ آئے گا اس کو بھی یہی جواب ملے گا۔ اسی طرح سب اعمال ایک ایک کرکے آئیں گے اور یہی جواب پاتے جائیں گے ان سب کے بعد اسلام حاضر ہوگا اور کہے گا اے رب! آپ سلام ہیں اور میں اسلام ہوں، اللہ تعالٰی فرمائے گا تُو اچھی چیز ہے آج میں تیری ہی بناء پر گرفت کروں گا اور تیری ہی بناء پر انعام عطا کروں گا۔ اللہ تعالٰی اپنی کتاب میں فرماتا ہے

جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس کا دین مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں رہے گا۔

اس حدیث سے جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے اچھے عمل آخرت میں بھی کام آئیں گے جب انہیں اسلام کے اندر داخل ہو کر کیا جائے گا۔ اگر کوئی اچھا کام ہو نیکی اسلام کے تحت نہ کیا ہو بلکہ کسی اور خیال سے کیا ہو تو اس کا فائدہ یہاں حاصل ہو جائے گا لیکن آخرت میں پوچھا جائے گا کہ یہ کام تم نے اسلام کو اپنا دین قرار دے کر کیا تھا یا کسی اور وجہ سے کیا تھا۔ اگر اسلام تمہارا دین نہیں ہے تو اس اچھے کام کا فائدہ جتنا تمہیں پہنچنا تھا وہ دنیا میں پہنچ چکا ہے یہاں وہ تمہارے کسی کام کا نہیں۔

آخر میں جو قرآن مجید کی آیت ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور دین کے بغیر کوئی اچھا کام باعثِ نجات نہ ہوگا۔ اسلام کے معنی ہیں اللہ اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آخرت کے دن کو ماننا اور جو کام کرنا ہو وہ انہی کے واسطے کرنا۔

اس حدیث پاک سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں اوّل تو یہ کہ روزِ حساب کو اعمال کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ دوسرے یہ کہ ان میں مدارج کا فرق کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ سب اعمال کا دار و مدار اسلام پر ہے۔

اعمال میں اولیت نماز کو حاصل ہے۔ اس کے بعد صدقہ (زکوٰۃ) ہے۔ اس کے بعد روزہ ہے۔ حج اور دوسرے اعمالِ حسنہ ان کے بعد آتے ہیں۔ لیکن کوئی نیکی کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اگر اس کا دار و مدار اسلام پر نہیں تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اللہ تعالٰی ہمیں صحیح معنوں میں اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ملک اور قوم پر احسان کریں

"ان سطور کے مخاطب وہ نمائندگانِ قوم ہیں جو کسی نہ کسی واسطہ سے بھٹو صاحب سے متعلق ہیں"

خیال تھا کہ پیپلز پارٹی کی چوتھی سالگرہ جو ملت کے نقطۂ نظر سے "یومِ سیاہ" تھا پر آپ حضرات سے شرفِ مخاطبت حاصل کروں لیکن چند در چند وجوہ کے پیش نظر اس کا آج موقعہ مل سکا تو اپنے دل کی بات آپ کے گوش گزار کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

آپ سے زیادہ اس حقیقت سے کون آگاہ ہوگا کہ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک قوم کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر اپنے نمائندے چننے کا موقع نہیں ملا۔ ملکی سطح پر پہلی بار ۱۹۷۰ء میں اس کی نوبت آئی کہ قوم اپنی پسند و ناپسند کا فیصلہ کر سکے۔ اور اگر یہ کوئی خوبی کی بات ہے تو بلاشبہ اس کا سہرا آغا یحییٰ خان کے سر ہے جو شاہد و شراب کی دنیا میں ایسا کھویا کہ مضبوط مرکز اور عوامی مسائل کے غم میں گھلنے والے لیڈروں نے اس کے کئے دھرے پر پانی پھیر دیا۔

انتخاب کا نتیجہ واضح تھا یعنی مرحوم ملک کے پانچ یونٹوں میں سے صرف ایک یونٹ (مشرقی پاکستان) کے کروڑوں مسلم عوام نے ایک جماعت پر اتنا بھرپور اعتماد کیا کہ اس جماعت کو پورے ملک کی تمام جماعتوں پر غلبہ حاصل تھا۔ لیکن مغربی پاکستان کے دو یونٹ یعنی پنجاب و سندھ سے اکثریت حاصل کرنے والے لیڈر نے اپنے منفی طرزِ عمل سے ملک کا پہیہ ایسے رخ پھیرا کہ اس کے نتیجہ میں نہ ختم ہونے والی تباہیاں ہمارا مقدر بن گئیں۔ اس کھیل میں چند فوجی افسر اور بعض ایسے سیاسی لیڈر بھی شامل تھے جنہیں اپنی وفاداریاں تبدیل کرنے میں مہارتِ تامہ حاصل ہے۔ اور اس معاملہ میں شرم و ندامت نام کی کسی چیز سے بھی انہیں واسطہ نہیں رہا۔ رہ گئے سرحد بلوچستان کے دو چھوٹے یونٹ تو اگرچہ وہ جب بھی اور اب بھی بقاءِ ملک کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ لیکن وہ ناقابلِ معافی ہیں کیوں؟ . . . .

قوم خوش تھی کہ عام انتخاب کی طرح ڈالی جا چکی ہے اور اب یہ

دین اور علماء
اعمال اور ان کے اثرات

ضبط و ترتیب : ادارہ

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب زید مجدھم

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

محترم بھائیو اور بزرگو! اسلامی تقویم کے لحاظ سے یہ مہینہ ۱۳۹۵ھ کا آخری مہینہ ہے۔ اس اعتبار سے یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس دین کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے لے کر آئے تھے وہ دین اپنی زندگی کے ۱۳۹۵ سال نہایت کامیابی سے پورے کر چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ حفاظت کے پیش نظر انشاء اللہ تعالیٰ یہ دین قیامت تک محفوظ رہے گا۔

"اسلام" اللہ کا دینِ کامل اور آخری دین ہے حضور علیہ السلام خدا کے آخری نبی و رسول ہیں اور یہ دعویٰ واقعات کی روشنی میں بالکل مسلّم ہے کہ تا قیام قیامت اس دین میں کسی ترمیم، تحریف یا تبدیلی کی کوشش کامیاب نہ ہوئی نہ ہوگی اور جب ایسی کوشش ہوئی قرآن بھیجنے والے نے اپنی غالب قوت سے اس کوشش کو ناکام کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّہٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ۔ کہ یہ کتاب بڑی عزت والی کتاب ہے۔ اور عزیز کا معنی غالب بھی آتا ہے یعنی غالب کتاب ہے اس پر باطل حملہ کرنے کی کوشش کرے گا تو کامیاب نہ ہو سکے گا۔

دین عقائد، اعمال اور رسومات و تقریبات کے مجموعے کا نام ہے۔ جس طرح قرآنی عقائد بحمد اللہ آج تک محفوظ ہیں اور کسی باطل پرست کی طرف سے ان کے مسخ کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی اور علماء حق کی وساطت سے قدرت نے یہ سب کچھ کی حفاظت کی۔

ابھی آپ کے سامنے ختم نبوت کی تحریک چلی انگریز ملعون جو فتنہ خبیثہ بو گیا تھا۔ اس فتنہ کی عمر سو سال کے قریب ہونے والی تھی۔ دنیا سوچ رہی تھی کہ یہ غالب آ جائے گا۔ خود مرزائی یہی سوچ رہا تھا۔ لیکن قدرت نے اسے جڑوں سے اکھاڑ پھینکا اور اپنے بندوں کی حمایت و نصرت فرمائی۔

تو عقائد کی طرح رسومات و تقریبات کا بھی سلسلہ ہے وہ بھی انمٹ ہیں، وہ بھی آخر وقت تک اسی طرح محفوظ رہیں گی۔ ان تقریبات میں ایک تقریب قربانی کی بھی ہے۔ اور یہ حسن اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے سال کی انتہا قربانی پر ہے تو ابتدا میں بھی قربانی ہے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت ابتدا محرم میں ہوئی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا اور سبق دے دیا۔ کہ تمہارے دین کی ابتدا و انتہا ایک جیسی ہے۔

عقاید کی طرح تقریبات دینی کا بھی کچھ لوگوں نے حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی لیکن قدرت نے علماء حق کی برکات اور محنت سے ایسا نہ ہونے دیا۔ اور آج اسلامی رسومات و تقریبات جو اپنی اصلی شکل میں موجود ہیں وہ محض علماء حق کی کوشش کے صدقہ میں ہیں اور بس۔ برصغیر میں نفس اسلام کو بچانے کا کام عالم اسباب میں قدرت نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ سے لیا ورنہ انگریز جیسی ظالم طاقت کے عزائم مخفی نہ تھے۔ علماء نے ہمیشہ حق کو حق اور باطل کو باطل کے انداز میں پیش کیا اور کسی سے نہ گھبرائے نہ ڈرے نہ لالچ کیا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک زندیق گرفتار ہوا جو اسلام اسلام کا نام بہت لیتا لیکن اس نے اپنی طرف سے کئی من گھڑت احادیث ذخیرہ حدیث میں شامل کر دی

تھیں۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ صحیح و غلط احادیث کا خلط ملط ہو اور چندے بعد صحیح مجموعہ کا پتہ نہ چلے۔ ہارون نے چیف جسٹس قاضی ابو یوسفؒ سے فتویٰ پوچھا انہوں نے شدتِ جرم کے پیشِ نظر قتل کا حکم دیا۔ اس نے حکم سن کر کہا کہ مجھے پرواہ نہیں۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں غلط ملط اتنا کر چکا ہوں کہ سچے موتی ملنے مشکل ہیں۔ ہارون نے کہا تم بے وقوف ہو ہمارے پاس جو چھلنی ہے اس کے ذریعہ تیرا کباڑ مال گر جائے گا اور حقیقت باقی رہ جائے گی۔ اس نے چھلنی کا پوچھا تو ہارون نے کہا امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ جیسے علماء۔۔ ابن مبارکؒ اپنے زمانہ کے محدّث، مفسّر اور ولی کامل تھے۔

تو یہ قربانی کی تقریب اپنے اندر دو پہلو رکھتی ہے۔ اس سے جہاں اسلام کی حقانیت کا پتہ چلتا ہے وہاں علماء کی جد و جہد کا بھی علم ہوتا ہے اور یہی دو پہلو ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ایسے لوگ ہیں جو شعائر اللہ کو مٹانے کے درپے ہیں لیکن عجیب حیلوں سے! مثلاً روزہ سے کہتے ہیں کہ خدا نے کہا ہے "روزہ رکھو، تو خیر ہے یعنی بہتر ہے نہ رکھو تو حرج نہیں حالانکہ نہ رکھنے کی یہاں بات ہی نہیں۔ یہ عربی خیر ہے پنجابی اردو نہیں۔ اسی طرح قربانی کو مٹانے کا عزم ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ جانوروں کا ذبح فضول ہے ثبوت نہیں، ضرورت نہیں ضرورت نہیں وغیرہ ذالک۔ لیکن ۱۳۹۵ سال سے اللہ نے اس تقریب کو باقی رکھا۔ علماء نے مدافعت کی، عوام نے عملاً جاری رکھا۔ نتیجہ واضح ہے کہ یہ اسلامی تقریب ہو بہو باقی ہے۔ آج بقراط سقراط جیسے حکماء اور سکندر و دارا جیسے شاہوں کے نہ اقوال ہیں نہ احوال اگر محض کچھ مورتیاں ہیں تو عجائب گھروں کی زینت لیکن پیغمبرِ امیؐ کے اقوال، احوال سب محفوظ ہیں اور حفاظت خود خدا کر رہا ہے۔ عالم اسباب میں علماء سے کام لے رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ کا یہی معنی ہے کہ شعائر و احکام اسلامی کو تم بجا لاتے ہو یہ گویا گواہی ہے دین کے سچا اور برحق ہونے کی۔ امت کا عمل دشمنوں کے لیے غیبی تھپیڑ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں پہلی مردم شماری میں ہم چھ سو تھے اور مسلمان بہت خوش تھے کہ ہمیں کون مٹا سکتا ہے اور آج ایک ارب ہیں ان کا عمل اقوام عالم کے لیے سند ہے۔

ان تقریبات و عبادات کی روح کیا ہے؟ اس کو سمجھنا اور اس پر عمل ضروری ہے۔ کتاب و سنت نے ہر عمل کی حقیقت اس کے کرنے پہ مرتب ہونے والے اچھے نتائج اور اس کے ترک پہ مرتب ہونے والے بُرے اثرات بیان کیے۔ اسی روشنی میں ہمیں اعمال پر غور کرنا چاہیے۔

مثلاً نماز کے متعلق فرمایا کہ نماز کو میری یاد کے لیے قائم کرو۔ دوسری جگہ اس کو برائی اور منکرات سے بچاؤ کا ذریعہ بتلایا۔ گویا نماز اس لیے ہے کہ میں تجھے ہمیشہ یاد رہوں اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ برائی سے بچ جاؤ گے۔ اب اپنی نمازوں کی قبولیت کا ہم آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ایک نو مسلم نوجوان نماز پڑھتے کبھی کبھی چوری کر لیتے۔ شکایت ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس کو نماز ہر برے کام سے روک دے گی۔ روزہ کے متعلق فرمایا کہ اس سے تمہارے اندر تقویٰ و شکر گزاری پیدا ہو جائے۔ اب سوچ لو کہ ماہ بھر کی تربیت کیا رنگ لائی؟ نتیجہ سامنے آ جائے گا۔ عید کے چاند کے ساتھ تقویٰ غائب ہو گیا تو پھر روزوں پر نظرِ ثانی کرو کہ تقویٰ حاصل ہونا ضروری تھا۔ یہاں بھی ایک معیار بتلایا جس سے نتیجہ کا علم ہو جائے گا۔ گویا ہر چیز کا ایک مخصوص اثر ہے وہ اثر جب دل میں رچ جائے گا تو پھر انقلاب آ جائے گا۔ ابتدائی انقلاب تو ایمان و اسلام سے آتا ہے۔ جب ایمان کا بیج دل میں بو دیا گیا تو اب اس سے پھل پھول، شاخیں، کونپلیں نکلیں گی جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں۔ ان میں حیا بھی ہے۔ ان میں راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی ہے اور یہ سارے شعبے ایمان کے بیج کے اثرات ہیں۔ اسی طرح ہر عمل کے اثرات ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کے دلوں میں ایمان کا بیج پیوست ہوا۔ اعمال کے حقیقی ثمرات انہیں حاصل ہوئے تو وہ مزاج شناس نبوت بن گئے اور وہ حضور علیہ السلام کے اشاروں کو سمجھنے لگے لیکن آج کا مسلمان اسلام کی ایک ایک حد کو توڑ رہا ہے اور پھر بھی خوش فہمی کا شکار ہے۔ یاد رکھیں

پیغمبر عربی اپنی ذات کے معاملہ میں طائف کے پتھر سہہ کر بھی دعا کرتے ہیں لیکن دین کے معاملہ میں ذرا بے احتیاطی ناقابل برداشت ہے۔ جہاں شریعت کے ضابطہ کے ٹوٹنے کا وقت آیا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سخت طرزِ عمل اختیار کیا۔

تو بہرحال بات اعمال کے اثرات کی ہو رہی تھی۔ جس طرح نماز روزے کے اثرات کا ذکر ہوا اسی طرح حج کا بھی ایک اثر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حج سے فراغت کے بعد یہ حالت ہو جاتی ہے گویا آدمی ابھی ماں کے پیٹ سے باہر آیا ہے یعنی گناہوں سے بالکل پاک صاف! لیکن اگر اس کے بعد بھی فطرت اور طبیعت گناہ ہی کی متلاشی ہے تو پھر سوچنا ہوگا کہ حج کا کیا ہوا؟

اسی طرح قربانی کا معاملہ ہے اس کا بھی ایک مخصوص مفہوم ہے، فلسفہ ہے، حکمت ہے۔ وہ قرآن کے الفاظ میں ہے۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اللہ کو نہ ان کا گوشت اور نہ ان کا خون پہنچتا ہے البتہ تمہاری پرہیزگاری اس کو پہنچتی ہے۔

گویا قربانی کا اثر و نتیجہ خوفِ خدا، خشیتِ الٰہی ہے۔ اور یہ کہ اگر جانور کے بجائے اس قسم کی صورت حال میرے ساتھ پیش آتی تو میں کیا کرتا؟ اگر تو جسم کے رواں رواں کو اس پر آمادہ پاتا ہے تو پھر قربانی کا مزہ ہے ورنہ سوچنا ہوگا کہ میری قربانی کا کیا ہوا؟

اپنی قربانی سے متعلق صحابہؓ کا ایک واقعہ سنیں وہ صحابہؓ جو ایمان کے سچے نمونے ہیں جو معیارِ حق و صداقت ہیں فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا کہ اگر دنیا والے ایسا ایمان لائیں جیسا تم ایمان لائے اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔

تو دو صحابیؓ احد میں جا رہے ہیں۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کہ کوئی دعا کرنی چاہیے کہ یہ مقام اجابت ہے بعض مخصوص مقامات ہیں جن میں دعا کی جائے تو قبول ہونی ضروری ہے۔ ان میں سے ایک مجاہد کی دعا ہے۔ ایک دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! کل میرا دلیر اور قوی کافر سے مقابلہ ہو اور خوب ہو حتیٰ کہ میں اسے قتل کر دوں اور غازی ہو جاؤں۔ اس پر دوسرے نے آمین کہی اور پھر اپنی دعا کی کہ اے اللہ! کل میرا مقابلہ بڑے جری کافر سے ہو اور خوب ہو حتیٰ کہ میں اس کے ہاتھوں شہید ہوں میرے جسم کا بند بند کاٹ دیا جائے اور جب میں تیرے سامنے پیش ہوں تو تو پوچھے کہ اعضاء کہاں کٹوائے؟

یہ ہے جذبۂ قربانی! تو جب قربانی دینے لگو تو اس جذبہ سے! اور قربانی وقت، مال ہر چیز میں ہو، جہاں جس قسم کا فدا کا تقاضا ہو اللہ کے قرب کے لیے ماسوا کو قربان کرنے کا نام قربانی ہے۔

آج اسی جذبۂ قربانی کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی میں ہماری بقا ہے اور اسی میں ہماری بہتری ہے۔ خدا ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین!

جانشینِ شیخ التفسیر رح

لاہور پہنچ گئے

حضرت مولانا عبیداللہ انور امیر انجمن خدام الدین و امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب زیارت حرمین شریفین سے فارغ ہو کر بعافیت ۲۶، ۲۷ دسمبر رات دو بجے کے جہاز سے واپس لاہور پہنچ گئے۔ ہوائی اڈہ پر احباب اور عقیدت مندوں کے ایک ہجوم نے حضرت کو خوش آمدید کہا۔ اس موقعہ پر حضرت والا نے طویل دعا فرمائی۔

اب حضرت والا حسب سابق مجلس ذکر اور خطبہ جمعہ وغیرہ کی ذمہ داریاں خود سرانجام دیں گے۔

نئے ہجری سال ۱۳۹۶ھ کی نوچندی جمعرات ۱ جنوری ۱۹۷۶ء کو ہوگی۔ اس دن مجلس ذکر کے ساتھ

آیت کریمہ

کا ورد بھی ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز (ادارہ)

اس شمارہ سے حسب وعدہ نیا شرح تبادلہ ہوگا۔ یہ اضافہ ناگزیر ہے۔ جس پر ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

مرسلہ: ← عبدالرحمٰن لودھیانوی ۔ شیخوپورہ

حضرت قطبُ الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

تعلیم و تربیت

آپ ۵۸۳ھ میں بمقام اوش (علاقہ فرغانہ) میں پیدا ہوئے ۔ اڑھائی سال کی عمر میں پدری سایہ عاطفت سر سے اُٹھ گیا ۔ جس آغوش مادری میں آپ نے پرورش پائی ۔ وہ نہایت بابرکت تھا ۔ بہت نیک اور عبادت گذار خاتون تھیں جب نماز کو کھڑی ہوتیں تو آپ کو قریب بٹھا لیتیں تاکہ ابتدا ہی سے آپ کے قلب پر مذہبی نقوش مرتسم ہو جائیں ، پڑھنے کو بٹھایا تو حضرت ابا حفص کے مکتب میں جو اُس عہد کے ایک یگانہ روزگار عالم اور بڑے کامل ، عارف تھے ۔ انہی سے آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی خواجہ غریب نواز بھی اوش میں آپ کے زمانہ تعلیم میں آگئے لیکن آپ کے لیے قاضی حمید الدین ناگوری سے تعلیم پانا مقدر تھا ۔ اس لیے انھوں نے اوش پہنچکر قرآن ختم کرایا ۔ اسی لیے آپ قاضی صاحب کا بہت ادب و احترام کرتے تھے اور انھیں اپنا استاد کہتے تھے ۔

شفقت اور دہلی میں تمکن

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ عازم بغداد ہو گئے ۔ اُس زمانے میں خواجہ غریب نواز بھی وہاں موجود تھے بیعت ہو گئے ، اور خرقہ خلافت بھی حاصل کیا ۔ کچھ مدت بعد آپ مختلف دیار و امصار کی سیاحی کرتے اور صوفیاء کی زیارت کرتے ہوئے ہندوستان میں جلوہ افروز ہوئے ۔ سب سے پہلے قیام ملتان میں شیخ بہاؤالدین ملتانی سہروردی کی خانقاہ میں کیا ۔ وہیں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی بھی تشریف فرما تھے ۔ تینوں بزرگ اپنے عہد کے سرآمد روزگار تھے ۔ خوب صحبتیں رہیں اور باہم دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے ۔ دہلی میں سلطان شمس الدین التمش نے آپ کا شاندار استقبال کیا ۔ یہیں سے اپنے مرشد گرامی سے اجمیر حاضر ہونے کی اجازت چاہی ۔ جواب ملا کہ دہلی ہی میں متمکن ہو کر ہدایت خلق میں مصروف رہو ۔ دہلی میں آپ کی خانقاہ نے بہت بڑی شہرت اور مرجعیت حاصل کر لی ۔

ہر دل عزیزی و قبولیت عام

جب آپ کو حضرت غریب نواز نے دہلی سے اپنے ساتھ لیجانا چاہا تو مخلوق کا ایک اژدھام بُری طرح روتا چیخیں مارتا ہوا ، آپ کے پیچھے ہو لیا ۔ فرمایا اچھا قطب الدین یہیں رہو ۔ اتنی مخلوق کا دل دکھانا تو کچھ مناسب نہیں ۔

عبادت و اطاعت

بہت بلند مرتبہ اور مستغرق بزرگ تھے ۔ ہمہ وقت ایک گونہ محویت کا عالم طاری رہتا ۔ ہر نماز تجدیدِ غسل کے ساتھ پڑھتے ۔

تبلیغی و اصلاحی خدمات

دہلی میں بیٹھ کر آپ نے خواجہ غریب نواز کے تبلیغی پروگرام کو شاندار طریق پر پورا کیا ۔ ہزارہا ہندو آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے اور بکثرت مسلمانوں کو سچا مسلمان بنایا ۔ آپ کے عہد میں یہ حالت تھی کہ ہر گھر سے قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی تھیں ، سلطان بھی آپکا مُرید تھا ۔ ہندو و مسلم سب آپ کے گرویدہ تھے ۔ مدرسہ و لنگر خانہ جاری تھا دور سے لوگ آتے اور آپ سے فیض حاصل کرتے تھے ۔

خوارقِ عادات

سلطان قطب الدین ایبک ایک روز نذر کے لیے اشرفیوں کا ایک توڑا لایا ۔ مسکرا کر فرمایا ، "مجھے اس کی ضرورت نہیں" سلطان کو انکار ناگوار گذرا ۔ آپ سمجھ گئے ۔ جس بوریہ پر بیٹھے ہوئے تھے اس کا گوشہ اُٹھا کر دکھایا تو سلطان کو نظر آیا کہ ایک دریا ئے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

بہ سلسلہ حقوق نسواں کا عالمی سال

حقوقِ نسواں

اسلام کی نظر میں!

نور احمد چشتی ٹیچر ہائی سکول تلونڈی موسے خاں، ضلع گوجرانوالہ

۱۹۷۵ء کو خواتین کا عالمی سال قرار دیا گیا ہے۔ اس میں تمام دنیا کی خواتین اپنے حقوق میں اضافہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ اب یہ سال اختتام پذیر ہے۔ اس لیے دنیا بھر میں اس سلسلے کے آخری اجلاس یا سیمینار منعقد ہو رہے ہیں۔ اسی لیے ہمارے ملک کی خواتین نے بھی اپنے حقوق میں اضافہ کی جد و جہد کو تیز تر کرتے ہوئے اسلام آباد میں ایک ہفت روزہ سیمینار منعقد کیا ہے۔ جس میں تقریباً ۲۰ ممالک کی نمائندہ خواتین شریک ہوئی ہیں۔

ان کے حقوق کا مطالبہ بجا ہے لیکن میں اپنے ملک کی ان خواتین سے جو مزید حقوق کی متلاشی ہیں ایک اہم سوال کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر میری یہ بہنیں جو آج کل اپنے حقوق کے لیے سرگرداں ہیں۔ اگر ان کی اکثریت مذہب اسلام سے تعلق رکھتی ہے اور قرآن و حدیث پر ان کا مکمل ایمان ہے تو پھر یہ معاملہ بہت ہی آسان ہے کیونکہ ہمارا مذہب اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے۔ آپ کے مزید مطالبات جو اجلاس یا سیمینار منعقد کر کے پیش کئے جا رہے ہیں مثلاً اعلیٰ ملازمتوں میں مردوں کے مساوی حقوق، اعلیٰ تعلیم، آزادی کے حقوق، نکاح و طلاق کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ حقوق وغیرہ۔

آئیے! ہم بحیثیت مسلمان ان حقوق و مطالبات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھیں۔

اسلام سے قبل دورِ جاہلیت میں عورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اپنے ہاں لڑکی پیدا ہونے کو عار سمجھا جاتا تھا اسی لیے وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے گویا کسی کو اپنا داماد بنانا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ ایام حیض میں عورت کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہ کھاتے تھے بلکہ الگ ایک کمرہ میں اتنے دن کے لیے مقید کر دیتے تھے۔ دورِ جاہلیت میں عورت کے ساتھ وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو کیا مقام دیا؟ اور پستی سے نکال کر کیسی بلندی عطا فرمائی؟

اسلام نے عورت کو اس قدر حقوق عطا فرمائے ہیں کہ ان حقوق کو پا لینے کے بعد اب مزید حقوق کا مطالبہ کرنا گویا اپنے حقوق سے ناواقفیت کا اظہار ہے یا دوسرے لفظوں میں اسلام سے لاعلمی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں پوری سورۃ النساء نازل ہوئی ہے۔ جس میں عورتوں کے حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ لڑکی کو زندہ درگور کر دینے والے والدین کو دردناک عذاب سے ڈرا کر عمدہ پرورش اور عمدہ تربیت و تعلیم دلا کر شادی کر دینے والے والدین کو جنّت کی خوشخبری عطا فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّت میں والدین کو اپنے اس قدر قریب ہونے کا درجہ عطا فرمایا جیسے شہادت کی انگلی اور درمیان کی انگلی کا فاصلہ ہے۔

گویا اسلام نے دورِ جاہلیت کے اس وحشیانہ سلوک کو جو ایک عورت کے ساتھ روا رکھے جاتے تھے نکال کر تعلیم کے میدان میں طلب العلم فریضۃٌ علیٰ کلّ مسلمٍ کا ذکر کر کے مرد کے برابر کھڑا کر دیا۔ اور عدالت میں بھی مرد کی گواہی کے ساتھ عورت کی گواہی کو مستند قرار دیا۔ ایام حیض کی نفرت کو دور کر کے مرد کے ساتھ نشست و برخاست کو مستحسن قرار دیا۔ عذاب و ثواب میں بھی عورت کو مرد کے مساوی اجر و سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم وارد ہوا ہے۔ اسی طرح زانی مرد اور زانی عورت کے لیے یکساں

طور پر سو سو کوڑے کی سزا کا حکم دیا گیا ہے۔ کسی جگہ بھی عورت سے امتیازی سلوک نہیں برتا گیا کہ عورت کو زیادہ سزا اور مرد کو کم سزا دی جائے۔

ایک دفعہ ایک انصاری عورتوں میں سے ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم مردوں کے مقابلہ میں ثواب حاصل کرنے کے چند مواقع سے محروم رہ گئی ہیں مثلاً جہاد کرنا، نماز جنازہ اور کندھا دینا وغیرہ۔ حضورؐ اس کی یہ باتیں سن کر مسکرائے۔ پھر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس عورت سے بڑھ کر اچھا سوال کرنے والی عورت تم نے دیکھی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر آپؐ اس انصاریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے جہاد اور نماز جنازہ اور جنازے کو کندھا دینے کے برابر عورتوں کو گھر کا کام کاج، بچوں کی نیک تربیت، اپنی عصمت کی حفاظت، خاوند کی خوشنودی حاصل کرنے میں اجر و ثواب رکھ دیا ہے۔ گویا عورتوں کو ثواب کا درجہ حاصل کرنے میں اس قدر آسانی کر دی گئی ہے کہ عورت اپنے گھر کا کام کاج، بچوں کی نیک تربیت، اپنی عصمت کی حفاظت، خاوند کی خوشنودی حاصل کر کے جہاد اور نماز جنازہ اور جنازے کو کندھا دینے کے برابر ثواب حاصل کر سکتی ہے۔

آج معاملہ برعکس ہے۔ عورت ملازم ہو گئی تو گھر کا کام کاج نوکرانی کے سپرد اور بچوں کے لیے دایا کا انتظام کر لیا۔ اور عصمت کا حال یہ ہے کہ عورت کی جدھر مرضی ہو چل دی، خاوند کی خوشنودی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اگر خاوند نے کام کہا تو تھکاوٹ کا بہانہ کر دیا۔ اگر خاوند تھوڑا سا سختی سے بولا تو آنکھیں نکال کر دکھا دیں۔ اس سے آگے اگر ڈانٹ ڈپٹ تک نوبت آ گئی تو اپنی ملازمت اور اپنی کمائی کے طعنے دینے شروع کر دیے کہ میں کون سا تیرا کھاتی ہوں۔ مجھے تجھ سے کیا فائدہ، مجھے تجھ سے کبھی آرام نہ ملا وغیرہ جو ناشکری کے کلمات زبان پر آئے کہنے شروع کر دیے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عورت جبکہ وہ پانچوں وقت نماز پڑھے اور رمضان شریف کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

ایک دفعہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی بیوی سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ بیوی جو اپنے خاوند کو خوش کرے جب وہ اس کی طرف دیکھے، اطاعت کرے جب وہ اسے حکم دے اور اپنے مال کے بارہ میں کوئی ایسا رویّہ نہ اختیار کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔ مال سے مراد وہ مال ہے جو شوہر نے گھر کی مالکہ ہونے کی حیثیت سے اس کے سپرد کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے مال کو بے جا نہ خرچ کرے۔ جیسا کہ ہماری دیہاتی عورتوں میں یہ عادت پڑی ہوئی ہے کہ خاوند کی غیر حاضری میں غلہ وغیرہ دے کر چٹ پٹی چیزیں لینی شروع کر دیتی ہیں۔

خاوند کی ناشکری کے بارے میں ایک اور جگہ آتا ہے کہ حضرت اسماء بنتِ یزیدؓ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، کہ حضورؐ ہمارے پاس سے گزرے تو آپؐ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا کہ "تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچو"۔

اس حدیث میں عورتوں کو ناشکری کرنے سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ناشکری کرنے والی بیماری عام خواتین میں پائی جاتی ہے۔ بہنو! خاوند کی ناشکری کرنے سے بچو۔ کیونکہ اکثر عورتیں جہنم میں خاوند کی نافرمان اور ناشکری کرنے والی جائیں گی۔

عورت گھر کی نگران ہے!

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران و محافظ ہے اور تم میں سے ہر ایک سے پوچھا جائے گا ان لوگوں کی بابت جو تمہاری نگرانی میں ہوں گے۔ امیر بھی نگران ہے۔ اس سے بھی اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور شوہر اپنے گھروں کا نگران ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اور نوکر اپنے آقا کے مال کا نگران ہے۔

اس حدیث کا یہ ٹکڑا یہاں خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی

نگران ہے۔ نگرانی کا حق تو تب ہی ادا ہو سکتا ہے۔ جب عورت گھر کی چار دیواری میں رہے۔ ملازمت کرنے سے یہ حق مفقود ہو جاتا ہے۔

یہ حدیث یہ بات بھی بتلاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو صرف کھلانے پلانے ہی کا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اس کے دین و اخلاق کی حفاظت و نگرانی کرنا بھی اس کے ذمہ ہے اور بیوی کی ذمہ داری اس سے بھی دوگنی ہے۔ وہ شوہر کے گھر اور مال کی نگران تو ہے ہی، اس کے بچوں کی تربیت کی خصوصی ذمہ داری بھی اس پر ہے۔ کیونکہ شوہر تو معاش کے حصول کے لیے زیادہ تر باہر رہتا ہے۔ اور گھر میں بچے اپنی ماؤں ہی سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں۔ اس لیے بچوں کی نگرانی اور تعلیم و تربیت کی دوہری ذمہ داری عورت پر ہی ہوتی ہے یعنی ماں پر۔

اولاد کی تربیت کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کہ باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔ جب اولاد کی تربیت اچھے طریقے سے کی جائے گی تو عمدہ اخلاق و اعمال کی بنا پر نیک اولاد ہو گی، صالح اور نیک اولاد کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر جائے۔ دوسرا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ تیسرے نیک صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

اس حدیث شریف میں تیسرا عمل یعنی نیک لڑکا اس مضمون کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی جس عمل کا اس کو ثواب ملتا رہے گا وہ اس کا اپنا نیک لڑکا ہے۔ جس کو اس نے شروع ہی سے عمدہ تربیت دی ہو گی۔ اور اس کی کوشش کے نتیجہ میں وہ متقی اور پرہیزگار بنا ہو گا ــــ تو جب تک یہ لڑکا دنیا میں زندہ رہے گا اس کی نیکیوں کا ثواب اس کے والدین کو ملتا رہے گا اور لڑکے کی عمدہ تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں دوسرے دو عمل یعنی صدقہ جاریہ اور عمل جس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں تو وہ بھی بطریق احسن ادا کر سکتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب لڑکے کی عمدہ تربیت کی ہو گی۔

بحیثیت ماں کے عورت کو وہ بلند درجہ عطا فرمایا ہے کہ مرد بھی اس سے نچلے درجے پر رہ گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ "جنت تمہاری ماں کے قدموں تلے ہے۔"

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ حضورؐ! مجھ پر سب سے زیادہ کس کی خدمت کرنا فرض ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اپنی ماں کی خدمت کر۔ تین مرتبہ انہوں نے یہی سوال کیا کہ اس کے بعد کس کی خدمت کروں۔ ہر مرتبہ آپؐ نے جواب میں یہی فرمایا کہ ماں کی خدمت کر۔ چوتھی مرتبہ سوال کیا تو فرمایا کہ اپنے والد کی خدمت کرو۔ گویا تین مرتبہ ماں کی خدمت کرو۔ تب چوتھی مرتبہ باپ کا نمبر آیا ہے۔

بہنو! عمدہ ماں بنو اور عمدہ افراد پیدا کرو۔ اگر ہم اپنی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو ہماری نیک ماؤں نے عظیم و جلیل القدر انسان پیدا کئے ہیں۔ جیسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام ابو حنیفہؒ، بابا فریدالدین شکر گنجؒ، حضرت باہوؒ حضرت علی ہجویریؒ، حضرت نظام الدینؒ، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، شاہ عبدالقادرؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، محمد بن قاسمؒ، شاہ ولی اللہؒ، حضرت مدنیؒ یہ سب نیک ماؤں کی نیک تربیت کا نتیجہ ہے۔

میں عبرت کے لیے اپنے ملک کے ایک بدنام ڈاکو کا آخری پیغام جو اس نے تختۂ دار پر قوم کی ماؤں کو دیا تھا نقل کرتا ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ "ماؤں کو کہو کہ اپنی اولاد کی نیک تربیت کریں انہیں اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم و تربیت دیں "محمد خان" پیدا نہ کریں"۔

گویا اپنے اصل فرائض اور ذمہ داریوں سے ناآشنا اور آزادی کے حقوق کے متلاشی عورت معاشرہ کو چور، ڈاکو، جرائم پیشہ افراد مہیا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری خواتین کو اپنے اصل فرائض کو بطریق احسن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین! تاکہ روزِ قیامت جب اولاد کو ماں کے نام سے پکارا جائے تو ماؤں کو ان کے اعمال پر فخر ہو سکے۔ دنیا میں تو اولاد کی برائی و بھلائی کا اثر باپ پر ہی پڑتا ہے۔ مگر آخرت میں بدکردار اولاد

سے ماؤں ہی کو شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ کیونکہ اولاد کو باپ کے نام سے نہیں ماؤں کی نسبت سے پکارا جائے گا۔

اعلیٰ تعلیم

جہاں تک تعلیم حاصل کرنے کا تعلق ہے اس کے بارے میں ہمارے مذہب اسلام نے بہت تاکید کی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ علم حاصل کرنا ہر مرد مسلمان اور عورت پر فرض ہے۔ چنانچہ دورِ رسالت میں کئی عالم اور مفتی عورتیں گزری ہیں۔ خاندانِ نبوت میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ کے علم وفضل اور فقہ کو بڑے بڑے عالم بھی نہیں پہنچ سکے اور احادیث صحیحہ نقل کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سرِفہرست نظر آتی ہیں۔ امام حافظ ابن عساکرؒ حدیث کے بہت بڑے امام گزرے ہیں۔ انہوں نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ان میں عورتیں زیادہ تھیں، غزوات میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ شریک ہوئیں، اور جہاد کیا، مجاہدین اسلام کے لیے کھانا پکاتی تھیں، ان کا حوصلہ بڑھاتی تھیں، زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کرتی تھیں۔ غزوۂ خندق میں حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے کمال شجاعت، بہادری سے دو کافروں کو واصل جہنم کر دیا تھا۔ حضرت ام سبطؓ غزوۂ احد کی لڑائی میں پانی کی مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں۔ حضرت خولہؓ نے تلوار سے کئی کافروں کو جہنم رسید کیا۔ اگر ان عالم عورتوں اور مجاہدات کا تفصیل سے ذکر کیا جائے تو کئی کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔

دورِ نبوت کے بعد خلفاء راشدین اور خلفاء بنو امیہ و بنو عباس کے ادوار میں بے شمار خواتین ایسی گزری ہیں جو قرآن و حدیث و فقہ کی زبردست عالم ہونے کے ساتھ ساتھ حکمت پر بھی عبور رکھتی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ منصور کی محرمات کا علاج صفیہ بن زبیر طبیب کی بہن اور بھانجی کرتی تھیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ سے کون ناواقف ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے فرض ہے۔ اس سے مراد وہ ضروری علم ہے۔ جس کے بغیر چارہ کار نہیں اور ظاہر ہے وہ علم دین ہے۔ عام عورت کو بھی اتنا علم ضرور حاصل کرنا چاہیے کہ جس سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل کے علاوہ بچوں کی تربیت، کھانے پینے اور حفظانِ صحت کے اصول وضو، غسل وغیرہ کے مسائل معلوم ہو جائیں۔ اگر اس سے مراد دنیاوی تعلیم ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملازمت کی جائے تو پھر اس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً عورت جب ملازمت کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلے گی تو گھر کی ذمہ داری اسلام کی طرف سے جو اس پر عائد ہوتی ہے اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گی۔ اور گھر مکمل طور پر اس کے ہاتھوں تباہ ہو کر رہ جائے گا اور بچوں کی نگہداشت پر پوری طرح سے توجہ نہ دے سکے گی اور بچوں کو ملازمت کے دوران دایا کے حوالے کر کے اپنی شفقت و محبت و پیار سے محروم رکھا۔ اس کے علاوہ غیر مردوں سے بات چیت کرنے کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔ بے پردگی ہوتی ہے۔ حالانکہ قرآن پاک میں پردے کا سخت حکم آیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ اپنی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ نگاہیں نیچی رکھیں، لمبی چادریں اوڑھیں اور دورِ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھریں۔ پردے کے اعضاء کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ چہرہ، دونوں ہاتھ پہنچوں تک، دونوں پاؤں ٹخنوں تک مبرا ہیں۔ باقی عورت کا سارا جسم پردہ ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ چہرہ کو بناؤ سنگار کر کے کھول دیا جائے جیسا کہ آج ہمارے معاشرہ میں ہے کہ عورت دفتر جا رہی ہے یا خرید و فروخت کرنے کے لیے جا رہی ہے یا کسی کلب یا مجلس میں یا کسی تقریب میں جا رہی ہے تو میک اپ، بناؤ سنگار کر لیا اگر خاوند گھر ہو تو منہ دھونا بھی پسند نہ کیا حالانکہ خاوند کے سامنے عورت کا میک اپ، بناؤ سنگھار کرنا ثواب ہے نہ کہ غیر مردوں کے سامنے۔ والدین کی خدمت نہ کر سکے گی۔ غرضیکہ ان حقوق کی متلاشی عورتوں نے بے شمار اسلامی حدود کو توڑنا شروع کر دیا ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

نکاح و طلاق کا مطالبہ

نکاح کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ مرد و عورت کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے۔ دونوں میں سے اگر ایک

(باقی صـ۱۵ پر)

مرنے کے بعد دنیا میں دوبارہ نہیں آنا ہے۔

محمد شفیع عمرالدین (امیر پور خاص)

یاد رہے کہ بندہ دنیا میں ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور وہ مقصد یہ ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ الذّٰریٰت - آیت ۵۶

ترجمہ:۔ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔

اف ا یعنی ان کو پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے۔ اس لیے ان میں خلقتہً ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں۔ یوں ارادہ کونیہ قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اس کے حکم کونی کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا۔ جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرض کو پورا کریں گے، بہر حال آپ سمجھاتے رہے کہ سمجھانے ہی سے مطلوب شرعی حاصل ہو سکتا ہے۔ (حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح)

لہٰذا اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ نے تمام انسانوں کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے:۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ - آیت - ۲۱)

ترجمہ:۔ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور انھیں جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت خاتم النبیین رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث فرما کر بندوں پر ایک عظیم ترین احسان فرمایا، تاکہ اسوۂ حسنہ کے نور میں وہ مقصد حیات کو منشاء الٰہی کے مطابق پورا کر سکیں۔

(۱) وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ (النساء - آیت ۷۹)

ترجمہ:۔ ہم نے تجھے لوگوں کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (السبا - آیت ۲۸)

ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ کو جو بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشی اور ڈر سنانے کے لیے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نیز آپ کی پیروی ہمارے اوپر فرض کی گئی۔

(۱) وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (الانفال آیت ۱)

ترجمہ:۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر ایمان دار ہو۔

(۲) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

(آل عمران - آیت ۳۱۔)

ترجمہ:۔ کہہ دو اے رسول اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے، اور اللہ تمھارے گناہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت خواجہ سیدنا محمد معصوم صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت اس بارے میں قابل عمل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"مخدوما! اتباع سنت میں جان و دل سے کوشش کرو۔ سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادات و عبادات کے جزو کل میں تشبہ کو سعادت عظمیٰ سمجھو۔ یہی چیز "برکات" کا ثمرہ دیتی ہے، اور یہی "درجات عالیہ" کا نتیجہ بخشتی ہے۔ محبوب کی شکل اختیار کرنے والے بھی محبوب و مرغوب بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کی گواہ یہ آیت کریمہ ہے:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(اس اتباع کی برکت سے) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا (اور تم ترقی کر کے اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ (مکتوب نمبر ۱۷)

نیز آپ نے فرمایا:۔

"سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:۔ "کامیابی کے تمام راستے بند ہیں۔ سوائے اس شخص کے راستے کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے۔"

حضرت سید الطائفہ رح کا یہ قول بھی ہے کہ "مقربین و صادقین" کا راستہ

دربحقیقت کتاب و سنت کے ساتھ وابستہ ہے، اور وہ علماء جو شریعت و طریقت پر کامل ہیں اور وارث النبی کہلانے کے حق دار ہیں، وہ اقوال، اخلاق اور افعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبع ہوتے ہیں"۔

مکتوب نمبر ۱۰۷

نیز آپ نے فرمایا۔ شیخ علی ابن ابی بکر قدس سرہٗ نے "معارج الہدایہ" میں فرمایا ہے کہ:۔ ہر انسان کا حسن و کمال تمام امور میں ظاہرًا و باطنًا و فروعًا عقلاً و فعلاً، عبادۃً و عادۃً کامل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مضمر ہے"۔ (ایضًا)

لہٰذا بندے کو چاہیے کہ اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کرے۔ کل کے لیے آج فکر کرنی ضروری ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الحشر۔ آیت ۱۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

"ف" یعنی اللہ سے ڈر کر طاعات اور نیکیوں کا ذخیرہ فراہم کرو۔ اور سوچو کہ کل کے لیے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے۔ جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے۔

یعنی تمہارا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز کرو۔ (حضرت مولانا عثمانیؒ)

اس بارے میں سستی اور غفلت سے ہرگز کام نہ لینا چاہیے۔ تقویٰ کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کرنا چاہیے اور معاصی سے دور رہنا چاہیے۔ اس کوشش میں لگے رہنا چاہیے کہ یہ چار روزہ زندگی کے شب و روز احکام الٰہی کے مطابق گذر جائیں اور خاتمہ اسلام پر ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران آیت ۱۰۲)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو، جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

اور موت کا وقت پر آنا یقینی ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ (آل عمران۔ آیت ۱۴۵)

ترجمہ:۔ اور اللہ کے حکم کے سوا کوئی نہیں مر سکتا۔ ایک دن مقرر لکھا ہوا ہے اور موت کو انسان ہرگز ٹال نہیں سکتا۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ (النساء۔ آیت ۷۸)

ترجمہ:۔ تم جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں آ ہی پکڑے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ موت کو ہرگز نہ بھولے۔ ہر لمحہ جو گذر رہا ہے وہ موت کی مقررہ گھڑی کو قریب لا رہا ہے۔ اس لیے چاہیے کہ اپنے اوقات کو ضائع نہ ہونے دے۔ اسے آخرت میں کام آنے والے امور میں صرف کرے۔ تاکہ مرتے وقت حسرت دامن گیر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المنٰفقون آیت ۱۰-۱۱)

ترجمہ:۔ اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آجائے تو کہے، اے میرے رب تُو نے مجھے تھوڑی مدت کے لیے ڈھیل کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا، اور نیک لوگوں میں ہو جاتا اور اللہ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دے گا، جب اس کی اجل آجائے گی، اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

نیز نزع کے وقت گنہگار تمنا کرتا ہے:۔

حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (المومنون۔ آیت ۹۹-۱۰۰)

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو کہے گا اے میرے رب مجھے پھر بھیج دے تاکہ جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ اس میں نیک کام کر لوں۔ ہرگز نہیں ایک بات ہی بات ہے جسے یہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے قیامت تک ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحبؒ

یعنی آپ کفار کی برائیوں کو بھلے طریقہ سے دفع کرتے رہیں اور جو باتیں یہ بناتے ہیں ان کو ہمارے حوالہ کیجیے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو موت آپہنچے اور نزاع کی حالت میں مبادی عذاب کا معائنہ کر کے پچھتاوا شروع ہو۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ پروردگار قبر کی طرف لے جانے کے بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کر دو۔

تاکہ گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات ہم سے ہوئی ہیں اب نیک عمل سے ان کی تلافی کر سکیں۔ آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کریں گے کما قال تعالیٰ وَأَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ۔ (منافقون رکوع - ۲)

یعنی اجل آجانے کے بعد اس کام کے لیے ہرگز واپس کر دیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کرے گا۔ اور وہی شرارتیں پھر سوجھیں گی۔

"وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ"

(انعام رکوع ۳)

یہ محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے اور غلبہ حسرت و ندامت کی وجہ سے خاموش نہیں رہ سکتا۔ وہ یہی اپنی طرف سے یہ بات کہتا رہے۔ ہمارے یہاں شنوائی نہیں ہوگی۔

یعنی ابھی کیا دیکھا ہے۔ موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے۔ جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ ہو جاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے۔ جس کا مزہ قیامت تک چکھتا رہے گا" ۱۲

جب قیامت برپا ہوگی، تو دنیا میں ہر چھوٹے بڑے کئے ہوئے نیک اور بد عمل کا حساب دینا ہوگا۔ اس دن اعمال کا وزن ہوگا۔ جس نیک بخت کے نیک اعمال زیادہ ہوں گے وہ نجات پائے گا۔

فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝

(القارعۃ ۶-۷)

ترجمہ:- تو جس کے اعمال "نیک" تول میں زیادہ ہوں گے، تو وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا۔

جس بدنصیب کی بدیاں زیادہ ہوں گی وہ دوزخ میں جائے گا۔

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ (القارعۃ ۸-۹)

ترجمہ:- اور جس کے اعمال (نیک) تول میں کم ہوں گے تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔

حاصل کلام اس دن۔

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ

وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (شوریٰ - ۷)

ترجمہ:- ایک جماعت جنت میں اور ایک جہنم میں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فہم سلیم عطا کرے اس دن کا فکر ہمارے قلوب میں پیدا کرے اعمال صالحہ کی توفیق دے تاکہ اس دن کی خواری سے بچ جائیں۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ: حقوقِ نسواں

کی رضامندی نہ ہوئی تو نکاح نہ ہوگا۔ گویا کمسنی میں والدین کے علاوہ کسی اور نے نکاح کر دیا ہے تو عورت کو بلوغت کے ساتھ اختیار رہے۔ البتہ والدین کے کمسنی کے نکاح کی بات اور ہے۔ مردوں کو اگر طلاق کا حق دیا گیا ہے تو عورت کو خلع کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

غرضیکہ نزول اسلام کے بعد خواتین کے لیے کوئی حقوق باقی نہ رہ گئے تھے جن کے مطالبہ کی آج کی خواتین کو نئے سرے سے ضرورت پڑ گئی ہے۔ مغرب کی خواتین کی تقلید کرتے ہوئے آپ جن حقوق کے مطالبہ میں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مغرب کی خواتین وہ حقوق حاصل کرنے کے بعد اخلاقی پستی کے خوفناک غاروں میں ہی نہیں جا گریں بلکہ انہوں نے ایک ایسی نسل کو جنم دیا ہے جو اخلاق باختہ، منشیات کی عادی، آوارہ گرد ہونے کے ساتھ ساتھ والدین کی نافرمان بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی احکام کا پابند بنائے۔ آمین!

★

بقیہ: حضرت قطب الدین رح

ذخار ہے۔ جس میں ایسے ہزارہا توڑ سے جب جار ہے ہیں۔ سلطان یہ دیکھ کر شرمندہ ہوا، سلطان شمس الدین التمش آپ کا خلیفہ تھا انھوں نے ہمیشہ زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی۔

۱۴/ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ خانقاہ سنجری میں بزرگوں کا مجمع تھا۔ مندرجہ ذیل شعر سننے پر آپ کو وجد آگیا۔

ع کشتگانِ خنجر تسلیم را   ہر زماں از غیب جان دیگر است

اسی حالت میں آپ نے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی اور مہرولی میں مدفون ہوئے۔ وصیت تھی کہ نماز جنازہ وہ پڑھائے جس نے کبھی حرام نہ کھایا ہو اور تکبیر اولیٰ ترک نہ کی ہو۔ اس عہد مبارک میں بھی ان صفات کا کوئی نہ نکلا۔ آخر سلطان التمش سامنے آیا اور کہا کہ آج راز فاش ہوا، اور نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک سفر ایک داستان

مسلسل

سید محمد طیب ہمدانی

مناسکِ حج

آج ۸/ذوالحجہ ہے۔ صبح سویرے نہادھوکر احرام زیب تن کیا اور تیار ہوگئے۔ ٹریفک کے شدید ہجوم کے باعث نمازِ ظہر کے بعد روانگی ہوئی منا سب تو پہلے منیٰ میں قیام کرنا ہے لیکن ہجوم کے باعث اجازت نہ ملی۔ اس لیے عرفات کو ہی جانا پڑا۔ نمازِ عصر اداکرکے خیمے نصب کیے۔ شام، عشاء اسی طرح صبح کی نماز بھی یہیں ادا کی۔ ساتھیوں کو فضائل و احکامِ حج۔ قیامِ عرفات اور وہاں دُعا و استغفار کی تلقین کی اور سب تلاوت ادعیہ مسنونہ اور استغفار میں مشغول ہوگئے۔ عرفات سے قبل منیٰ میں قیام سنت ہے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے منیٰ میں قیام نہ کرسکے تو حج میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ قیامِ عرفات ہی دراصل حج ہے اگر ہو سکے مسجدِ نمرہ میں خطبہ سنا جائے ورنہ عرفات میں جہاں بھی ممکن ہو دعا و استغفار میں مشغول رہے اور ظہر وعصر کی نماز ایک اذان اور علیحدہ علیحدہ اقامت سے یکے بعد دیگرے ادا کرلے اسے جمع بین الصلوٰتین کہتے ہیں۔

میدانِ عرفات میں ایک پہاڑی ہے جسے جبلِ الرحمت کہتے ہیں۔ ممکن ہو تو اس پر چڑھے اور نہایت عجز و الحاح سے دعا و استغفار کرے مناسک کی کتابوں میں مسنونہ دعائیں درج ہیں وہ، یا جونسی دعا بھی یاد ہو مانگے یہ وہ مقام ہے جو آج کے بعد آئندہ سال ہی نصیب ہو سکتا ہے، اور ایسا موقعہ بار بار کب ملتا ہے؟ اس لیے جو مانگنا ہے آج مانگ لو۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اس موقعہ پر آہ و زاری کریں اور آنکھیں بھی ان کی ہمنوائی کریں۔ اپنی ان دعاؤں میں اقربا و احباب بلکہ جمیع امتِ مسلمہ کو بھی شامل کرلیں۔ اس بھیڑ و ہنگامہ سے میدانِ محشر کا بھی تصور کرلیں اور اپنے کو اس عالمِ فانی سے نکال کر عالمِ جاودانی میں تصور کرکے ذرا مالکِ یوم الدین کے حضور پیشی کا تصور کرلیں۔

معلوم نہیں اس ہجوم میں کتنے صاحبِ صدق و صفا ہوں گے، جہاں ان پر رحمتِ الٰہی کی بارش ہوگی تم اس سے کیسے محروم رہ سکتے ہو، صافِ باطنی سے یقین کرلو کہ ارحم الراحمین نے تمھیں بھی ان کی معیت میں اپنی آغوشِ رحمت میں ڈھانپ لیا ہے۔ اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفۃ فظن ان اللہ لم یغفر لہ۔

سب سے بڑا گنہگار وہ ہے جو عرفات میں وقوف کے بعد بھی سمجھے کہ خدا نے اسے معاف نہیں کیا۔

بہرحال اس دن کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ اب سورج غروب ہونے کو ہے۔ اب تمھیں مزدلفہ کو جانا ہے۔ سورج نظر سے اوجھل ہوگیا فوراً روانہ ہو جاؤ کیا سوچتے ہو شام کی نماز کا وقت ہوگیا ہے ہوتا ہے ہونے دو، نماز قضا ہونے کو ہے پھر بھی چلتے رہو، کوئی بات نہیں اور خداوند جل و علا کی بزرگی بڑائی کا اعلان کرتے چلو

اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کا ورد کرتے چلو۔ اگر ہو سکے تو یہ مسنونہ دعا بھی کہتے چلو۔

اللھم الیک افضت ومن عذابک اشفقت والیک رغبت ومنک رھبت فاقبل نسکی واعظم اجری وتقبل توبتی وارحم تضرعی واستجب دعائی واعطنی سؤلی یا ارحم الراحمین۔۔

اب تم وادیٔ محسر سے گذر رہے ہو یہیں کعبۃ اللہ کے دشمن ابرہہ کی ہاتھیوں والی فوج کو ابابیل کی خدائی فوج نے غضبِ الٰہی کا نشانہ بنایا تھا۔ یہاں رکو نہیں بلکہ تیزی سے گذر جاؤ اور یہ کہتے جاؤ :۔

اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذالک

اب دعائیں کرتے مزدلفہ میں پہنچو اور نمازِ شام کی اذان کہو اور با جماعت شام کی نماز ادا کرلو۔ اور یہ نہ سوچو کہ نماز قضا ہوگئی۔ آج تمھاری بے وقت کی بھی نماز قبول ہوگئی ہے۔ شام کے بعد صرف تکبیر کہہ کر عشاء کی بھی نماز ادا کرلو۔ اس کے لیے دوبارہ اذان کی ضرورت نہیں اور ساری رات یہیں دعا و استغفار میں گذار دو، کہیں غفلت نہ ہو جائے۔ یہ رات لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے، اور کتنا ہی اچھا ہو اگر معطیٔ مطلق کے خزانہ سے یوں مانگ لو :۔

اللھم انی اسالک ان ترزقنی فی ھذا المکان جوامع الخیر کلہ وان تصرف عنی السوء کلہ فانہ لا یفعل ذالک غیرک ولا یجود بہ الا انت

اگرچہ سارا مزدلفہ قیام گاہ ہے لیکن اگر مشعر الحرام کے پاس جبلِ قزح

پر قیام بہتر ہے اور یوں دعا کرے :-

اللھم بحق المشعر الحرام والبیت الحرام والشھر الحرام والرکن والمقام بلغ روح محمد منا التحیۃ والسلام وادخلنا دار السلام یا ذا الجلال والاکرام۔

صبح کی نماز سے قبل ہی اس میدان سے چھوٹی کنکریاں ۴۹ عدد جمع کر لیجیے زیادہ ہوں تو مضائقہ نہیں اور نماز صبح اول وقت میں ادا کر کے منا کو روانہ ہو جائیے اور قیام کا انتظام کر کے رمی جمرہ عقبہ کے لیے جائیے اور بھیڑ سے بچتے جائیے۔ ہمیں یہاں دھکم پیل سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ جس سے سخت تکلیف ہوئی جس سے کئی لوگ پاؤں تلے کچلے گئے۔ اگرچہ سعودی حکومت کا انتظام بہت اچھا ہے لیکن لکھوکھا انسانوں کو کنٹرول کرنا ازبس مشکل امر ہے۔ ہر وقت سروں پر پولیس کے ہیلی کاپٹر محو پرواز رہتے ہیں اور ہجوم میں جہاں کہیں حادثہ ممکن ہو اس کو بذریعہ وائرلیس اطلاع دیتے ہیں جس کا پولیس فوری مداوا کرتی ہے۔ تاہم احتیاط لازم ہے خصوصاً سادہ لوح سیاہ فام گروہوں سے بچ کر نکل جانا بہتر ہے۔ یہ دسویں ذی الحجہ ہے۔ آپ کو آج صرف جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں مارنی ہوں گی، فرمانبرداروں کی فرمانبرداری کی نقالی کرنی ہے۔ سوچیے تو جب خلیل اللہ اپنے اکلوتے بیٹے کو بارگاہ خداوندی میں قربان کرنے منا میں لا رہے تھے تو شیطان لعین ناصح مشفق کا لبادہ اوڑھ کر ورغلانے پھسلانے کے سب حربے ابراہیم علیہ السلام پر آزمانے چاہے تو انھوں نے شیطان کے منہ پر کنکریاں دے ماری تھیں۔ کیا تم اپنے میں وہی جذبہ تسلیم و رضا پاتے ہو؟ لو یہ وہی مقام ہے جہاں ایک ستون سا بنا ہوا ہے۔ خدا کی کبریائی اور توحید کا اعلان کرو اور اس کی طرف ایک ایک کر کے کنکر پھینکو۔ یہاں سے فارغ ہو کر قربانی خریدو، اب لبیک کا نعرہ ختم ہو گیا۔ بہتر ہے کہ قربانی لے کر مذبح خانہ کے اندر جا کر اسے ذبح کر دو۔ لیکن مذبح میں ذرا بچ بچا کر چلو یہاں پھسلن بہت ہو جاتی ہے۔ کہیں جانور کی بجائے تمھاری قربانی نہ ہو جائے تجربہ سے ثابت ہوا کہ تیسرے دروازے کا انتخاب بہتر رہتا ہے۔ وہاں نسبتاً ہجوم بھی کم ہوتا ہے اور قربانی بھی مناسب داموں میں مہیا ہو جاتی ہے۔ لاکھوں قربانیاں مذبح میں کسمپرسی کی حالت میں پڑی ہوتی ہیں۔ صرف بدوی اور حبشی لوگ ہی ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ورنہ تعفن کے خوف سے حکومت انھیں گڑھوں میں دفن کر دیتی ہے۔ کاش علماء سر جوڑ کر اس کا حل تلاش کریں، اور گوشت، کھالوں، ہڈیوں سے استفادے کی صورت نکل آوے، گوشت خشک کرنے، چمڑا سازی اور کھاد کے تین عظیم کارخانے بن سکتے ہیں۔ جن میں ہزاروں مزدوروں کو کھپایا جا سکتا ہے اور اس کی آمدنی سے یتامیٰ۔ بیوگان و مساکین کے لیے ایک فنڈ مہیا ہو سکتا ہے۔ منا میں قربانی کے جانوروں کی اقسام و اصناف دیکھ کر خالق کائنات کی خلقت کے عجیب و غریب شاہکار نظر آتے ہیں۔ چھوٹی بچھی کے قد اور دنبے، بھیڑ کی مختلف اقسام اور بکریوں میں خصوصاً قد آور فربہ سے لے کر بلی کے قد تک جانور پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگ قربان گاہ سے باہر ہی جانور ذبح کر کے پھینک دیتے ہیں جو قانوناً ممنوع بھی ہے، اور نامناسب بھی، وہ جانور یہاں پھول پھٹ کر تعفن کا باعث بنتے ہیں۔ اس سے اجتناب لازمی ہے۔

قربانی سے فارغ ہو کر حجامت کروائیے اور نہا دھو کر لباس تبدیل کیجیے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف زیارت اور سعی حسب معمول کر کے واپس منا آ کر قیام کریں۔ دوسرے روز ہر سہ جمرات کو سات سات کنکریاں ماریں۔ تیسرے روز بھی یہی عمل کریں اور سورج غروب ہونے سے پہلے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ پہنچ جاویں اور طواف صدر کیجیے اور زمزم نوش جان فرمائیے۔ یہ ہیں اعمال حج جو ذی استطاعت کو کرنے ہوتے ہیں۔

منا میں قیام کے دوران اتفاقاً ایک روز سفارت خانہ پاکستان کی زیارت بھی ہو گئی۔ جس کے دروازے ہر سائل کے واسطے بند تھے ہزاروں پریشان حال لوگوں کا وہاں ہجوم تھا۔ لیکن ان کی شکایات سننے والا وہاں کوئی نہ تھا۔ ڈسپنسری بھی اگرچہ موجود تھی۔ لیکن تکبیروں میں پانی بڑی فراخدلی سے استعمال کیا جا رہا تھا۔ عوام سفارش اور رشوت کی شکایات کرتے سنے جا رہے تھے۔ اکثریت ان لوگوں کی تھی جو زرمبادلہ کی کمی کے باعث جلد واپسی کے خواہش مند تھے، اور مختلف عذر اور بہانے تلاش کر رہے تھے۔ زرمبادلہ کی کمی کی شکایت بجا ہے لیکن یہ کس نے کہا ہے کہ یہاں پہنچتے ہی زرمبادلہ کو گھڑیوں، ریشمی کپڑوں اور تحائف پر خرچ کر ڈالو۔ اگر یہی کام واپسی پر بعد میں بچ جانے والی رقم سے سرانجام دیے تو یہ پریشانی کبھی اٹھانی نہ پڑے اور پھر آئے ہو تو مقررہ مدت تک تو رہنا ہی ہے۔ اس کے مطابق کفایت سے خرچ کرو، اور ان ایام کو غنیمت تصور کرو معلوم نہیں زندگی میں یہ موقعہ پھر نصیب بھی ہو یا نہ، اس لیے قیام جتنا بھی ہو سکتا ہے اس کے ہر لمحہ کو قیمتی جانو، اور ساری عمر کی سستیوں اور کمیوں کو پورا کر لو۔

مکۃ المکرمہ میں مسجد حرام کے علاوہ اور بھی مقامات متبرکہ موجود ہیں، جن کی زیارت باعث سعادت ہے۔ لیکن کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ان کی زیارت سے حرم کی باجماعت نماز سے محرومی نہیں ہو جانی چاہیے۔ اس لیے مناسب ہے کہ زیارت کے لیے صبح اشراق کی نماز کے بعد روانہ ہو اور قبل از ظہر واپس آ جائیے۔

گرچہ اس سرزمین کا ذرہ ذرہ آسمان و زمین کو شرماتا ہے پھر بھی یہ مقامات قابل زیارت ہیں۔

۱۔ مکان ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی زندگی کے کم وبیش پچیس سال گزارے اسی میں آپ کی چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ بارہا اس مکان میں جبریل علیہ السلام کا نزول ہوا۔ اگرچہ بارہا عمارت میں ردو بدل ہوا تاہم مقام وہی ہے۔

۲۔ زقاق صواغین میں مکان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ اسی مکان سے آپ صدیق اکبرؓ کی معیت میں ہجرت کے ارادہ سے غار ثور کو روانہ ہوئے۔ حضرت عائشہ ام المومنین اسی مکان میں پیدا ہوئیں اور یہی وہ مکان ہے جس میں حضرت اسماء کو ذوالنطاقین کا خطاب صادق مصدوق صلعم کی زبان معجز بیان سے عطا ہوا۔

۳۔ دامن بوقبیس میں بر لب سڑک وزارت حج واوقاف کا دفتر ہے۔ یہ وہی مکان ہے جو سید الانبیاء کے جمال جہاں آرا سے سب سے پہلے منور ہوا۔ جہاں آپؐ کے والد ماجد عبداللہ رہتے تھے اور سیدہ آمنہ کے شب و روز گذرے۔

۴۔ شعب بنی ہاشم کا جہاں بقیہ خاندان رہتا تھا، یہیں حضرت اسد اللہ الغالبؓ کی ولادت گاہ ہے اگرچہ شیعہ حضرات آپ کو مولود کعبہ کہتے ہیں۔

۵۔ جبل بوقبیس جس کی چوٹی پر معجزہ شق القمر واقع ہوا۔ اس کے قریب ہی مسجد بلال ہے۔ جہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے توحید کا آوازہ بلند کیا۔

۶۔ شہر کے اندر حضرت عثمان ہارونی کی قبر ہے۔ جو عظیم ولیاء میں شمار ہوتے ہیں۔

۷۔ جبل نور۔ مکہ سے جانب مشرق تین کوس پر ہے۔ جس میں غار حرا واقع ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی ماہ تک دین ابراہیمی کے مطابق عبادت اور تفکر و تدبر میں مشغول رہے۔ جس کے بعد آپ کو مقام نبوت کے اعلان و اظہار کا حکم ہوا۔ یہیں سب سے پہلے اقرأ باسم ربک الذی خلق (الآیۃ) نازل ہوئی اور جبرئیل سے پہلی ملاقات ہوئی۔ تغیر و تبدیل نے دوسرے مقامات کو حیثیت سے بہت دور کر دیا ہے لیکن اس مقام کی وہی کیفیت ہے جو زمانہ نبوی میں تھی اور جس میں مطلقاً کوئی تغیر تبدل نہیں ہوا۔ وہی جگہ، وہی پتھر، وہی نشیب وہی فراز۔

جبل ثور ۔ یہ بھی مکہ مکرمہ سے تقریباً اتنا ہی دور ہے۔ جس کی ایک غار میں تین روز تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مقیم رہے اور یہیں سے سفر ہجرت مدینہ ہوا۔ اسی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن کر اسے مضبوط ترین قلعہ بنا دیا۔ یہیں کبوتروں نے گھونسلا تعمیر کر کے انڈے دیئے تاکہ دشمنوں کو آپ کے یہاں قیام کا شبہ تک نہ ہو۔ اسی غار کے سوراخوں کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے چادر کے ٹکڑوں سے بند کیا اور جب چادر ختم ہوگئی تو باقی سوراخ پر اپنی ایڑی رکھ دی اور حضور صلعم کو آرام کی دعوت دی لیکن اسی ایڑی پہ سانپ نے ڈس دیا۔ جس کی تکلیف سے حرکت تو نہ کی مبادا حضور صلعم کے آرام میں خلل واقع ہو جائے۔ لیکن بے بسی سے آنکھوں سے جو آنسو گرے تو حضور صلعم متنبہ ہوئے۔ ابوبکر خیریت تو ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی سانپ نے ڈس لیا ہے فرمایا کہاں؟ ابوبکر نے ایڑی دکھائی۔ حضور صلعم نے لعاب دہن لگایا۔ ابوبکر صدیق شفایاب ہوگئے انہیں دنوں میں کفار کا ایک گروہ تلاش میں سرگرداں یہاں تک پہنچ گیا۔ صدیق اکبر سنجیدہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تسلی دے رہے ہیں۔ اسی کا ذکر خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا:۔

اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔

علاوہ ازیں مختلف مساجد، مسجد الرایہ، مسجد الجن۔ مسجد تنعیم مسجد الشجرہ، مسجد غنم یا مسجد الاجابہ۔ مسجد الزیاد مسجد ذی طویٰ موجود ہیں جنہیں کسی نہ کسی صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے۔ مختصر وقت میں جو بھی اتفاقی زیارت ہو گئی کر لی۔ اہتمام نہ ہو سکا کیونکہ سب سے بڑی عبادت مسجد الحرام میں باجماعت نماز۔ طواف کعبہ اور زیارت کعبہ ہی ہے۔

بہرحال ابادتاً کافی وقت صرف کر کے جنت المعلیٰ کی زیارت کی۔ اس قبرستان کے گرد بلند و بالا دیوار اور لوہے کا دروازہ نصب ہے۔ دروازہ کے اندر سنگین بندوقوں والے چند سپاہی بیٹھے رہتے ہیں۔ عورتوں کا قبرستان میں داخلہ بند ہے۔ مسنون طریقہ پر سلام کہتے ہوئے قبرستان میں داخل ہوئے قبور کی حالت دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی اور فنا کا یقین محکم ہو رہا تھا۔ یہاں دنیا اسلام کے عظیم فرزند اور جزیرۃ العرب کے ماہ پارے زیر زمین محو خواب واستراحت ہیں۔ لیکن کیا کیجئے عمارت تو کہاں رہی یہاں کوئی کتبہ بھی نہیں جس کے ذریعہ صاحب قبر سے متعارف ہوا جائے۔

روایات میں یہاں عبدالرحمن بن ابوبکر، غناب بن اسید، طاؤس، عبداللہ بن عمر، ابومحذورہ، خبیب بن عدی، عبداللہ بن کریز، سہل بن حنیف۔ ابوقحافہ عثمان، عبدالقاسم بن سلام، عطا بن رباح، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن اسعد یافعی۔ امام قشیری، ملا علی القاری، ابوالبرکات نسفی اور قریب زمانہ کے اکابر میں مولانا عبدالحی الہ آبادی، شاہ امداد اللہ سب یہیں آرام کر رہے ہیں۔ لیکن نشان دہی کرے تو کون؟ مزدورین قابل اعتماد نہیں نہ ہی انہیں صحیح معلومات

ہیں چند قبروں کی تحقیقات پر صحیح نشان دہی ہو سکی ۔ مقبرہ کے شروع ہی میں
ایک پگڈنڈی کے پاس سے گذرا تو قدم بڑھنے سے رک گئے کشش محسوس
ہوئی قبر کی داہنی جانب بیٹھ کر تلاوت مسنونہ کی تو رقت طاری ہو گئی ، آخر
وجہ معلوم ہو گئی ان سنگریزوں تلے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ آرام فرما ہیں ۔
جو دنیا میں سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئیں ۔ جن کے ہوتے کسی
کو ام المومنین ہونے کا شرف نہ مل سکا ۔ ابراہیم کے سوا حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی چاروں صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے انھیں کے بطن سے پیدا
ہوئے ۔ آنکھوں میں وہ منظر پھر گیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے
واپس آتے ہیں دل دھڑک رہا ہے فرماتے ہیں :۔

یاخدیجہ زملونی ۔ خدیجہ پریشان ہو جاتی ہیں ۔ میرے آقا ،
میرے سرتاج خیریت تو ہے ؟ طبیعت کیسی ہے ؟ فرماتے ہیں :۔
انی خشیت علی نفسی اور خدیجہ تسلی دے رہی ہیں :۔
کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم و
تحمل الکل وتکسب المعدوم وتعین علی نوائب الحق ۔ یقین و
ایمان سے بھرپور الفاظ جو ان کو اول المومنین ثابت کر رہے ہیں ۔ چشم
تصور نے خدیجۃ الکبریٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا پایا ،
نبی صادق فرما رہے ہیں خدیجہ جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں ، اور تمھیں سلام
کہہ رہے ہیں ۔ خدیجہ وعلیک وعلیہ السلام کہہ رہی ہیں ۔ فرمایا وہ تو کچھ
تیرے نام پیغام لایا ہے ۔

ان ربک یقرء علیک السلام (خداوند عالم تمھیں سلام کہتے
ہیں) ویبشرک بالجنۃ (اور جنت کی خوشخبری دیتے ہیں) ہاں کہہ دو نا ،
اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام
حیانا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام

خدیجہ تمھیں مبارک ہو کہ سب سے پہلے تمھیں امت محمدیہ میں جنت
کی خوشخبری سے نوازا گیا ۔ اب ذہن سرزمین طیبہ کو منتقل ہو گیا ۔ حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں فروکش ہیں ۔ دو بڑھیا
آئیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے استقبال کے لیے سروقد کھڑے ہو
گئے ۔ چادر بچھا کر بٹھایا ۔ کافی عرصہ تک ان کی خیریت اور حالات دریافت
فرماتے رہے ، اور تحائف دے کر رخصت کیا ۔ سیدہ عائشہ کے
استفسار پر فرمایا ، یہ میری خدیجہؓ کی سہیلیاں تھیں ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا
نے کہا آپ ابھی تک سن رسیدہ خدیجہ کو یاد کر رہے ہیں ۔ حالانکہ ان
کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بہتر سے بہتر بیویاں عطا کر رکھی ہیں ۔ فرمایا
خدیجہ خدیجہ ہی تھیں ۔ تم میں سے کوئی بھی اس مقام کو نہیں پہنچ سکتی ۔
ان کے مناقب بیان فرمائے اور فرمایا خدیجہؓ کے متعلق میں کوئی بات سننے
کا روادار نہیں ۔ آج سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ
محترمہ اس پتھریلی زمین میں آرام کر رہی ہیں ۔ یہاں کوئی تعارفی تختی
بھی نصب نہیں ہے ۔ ان کے قریب ہی ایک چار دیواری میں اسلام کا
بہادر سپوت آسودۂ خواب ہے جس نے حجاج کی سنگباری میں بھی پورے
خشوع وخضوع سے نماز ادا کی اور اکیلے شیر نے ہزاروں باغیوں کے منہ
موڑ دیئے ۔ جانتے ہو کہ یہ عبد اللہ بن زبیر ہیں ۔ حجاز کے فرمانروا اور امیر المومنین
جس نے یزید اور اس کے بعد کے سب بادشاہوں کا تسلط قبول کرنے سے
انکار کر دیا ، اور غاصبان امارت کا پوری بے جگری سے مقابلہ کیا یہ ثانی
حسین ہے ، ان کے قریب ہی پگڈنڈی کی دوسری طرف ان کی والدہ صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ الکبریٰ کی بہن اسماء آرام کر رہی ہیں ۔ جنھیں حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات النطاقین کا تا قیامت رہنے والا لقب عطا
فرمایا ، جس نے ہجرت کے ایام میں جرأت ودلیری کی مثال قائم کرتے ہوئے
غار ثور میں کفار کی تگ ودو کی رپورٹیں پہنچائیں اور جان ہتھیلی پر رکھ کر
اس کام کو اکیلے سرانجام دیا ، اور ابوجہل کے تھپڑ بھی اس کے راز اگلوا
نہ سکے ۔ جس بہادر ماں نے بیٹے کے جسم پر زرہ ٹٹول کر کہا تھا بیٹا اسے
اتار دو یہ موت سے نہیں بچا سکتی ۔ اگر شہادت مطلوب مومن ہے تو اس
کا کیا کام ؟ اسی قبرستان کے آخر میں عبد المطلب سو رہے ہیں ۔ محمد
نام رکھنے والے بڑے میاں منوں مٹی تلے سے نکل کر آج اپنے پوتے کی
شان وشوکت تو دیکھو ۔ آج اس ربع مسکون کا ترانوے کروڑ انسان
تیرے پوتے کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہے ۔ اور جو اس
کے حلقہ بگوش نہیں ان میں بھی بیسیوں ایسے تمھیں مل جائیں گے جو اس کی
تعظیم وتکریم کرتے تھکتے نہیں ۔ یہ پاس ہی کا ڈھیر کیسا ہے ؟ یہ تمھارے
بیٹے ابوطالب کا نہیں ۔ کاش دل کے یقین اور خدمت وجاہت کے ساتھ ساتھ اگر
توحید الٰہی کا اقرار بھی کر لیتے تو کیا خوب ہوتا ۔ ہائے وہ کتنا دردناک منظر تھا
جب پچاس سالہ تعلق اور ساتھ ٹوٹ رہا تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرما رہے تھے کہ چچا ایک دفعہ میرے کان میں ہی لا الٰہ الا اللہ کہہ دو ۔ قیامت
کے روز عدالت الٰہی میں تمھارا کیس تو لڑ سکوں ۔ کاش تم اقرار کر لیتے ، کیا
تم نہیں جانتے تھے کہ تمھارے ایمان لانے سے تمھارے بھتیجے کو کتنی خوشی
ملتی ۔ لیکن یہ کسی کے بس کی بات نہیں اگر ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اپنی جان پر کھیل کر بھی تمھیں حلقہ بگوش اسلام کر لیتے ۔ حقیقت ہے :۔

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

یہاں ایک مزور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر کی
نشان دہی کر رہا تھا ۔ میں نے کہا یہ درست نہیں ۔ عرب نوجوان جوش میں
آگیا ۔ زیارت کنندگان عراقی تھے وہ اس اختلاف پر حیران ہوئے جب

بندہ نے وضاحت کی کہ سفر مدینہ سے واپسی پر ان کا انتقال ابواء میں ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک سفر میں جب یہاں سے گذرے تو ایک قبر پر پہنچ کر شدید متاثر و آبدیدہ ہوئے۔ صحابہ کے ایک سوال پر آپ نے فرمایا کہ یہ میری والدہ ماجدہ کی قبر ہے اس پر وہ جوان بھی ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے دلیل سے کہی بات کو تسلیم کر لیا۔ واپسی پر دیکھا جب جہلا ام المومنین کی قبر کے گرد حلقہ باندھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ قبور کی حالت اور کسمپرسی دیکھ کر دل پہلے سے بھی مصدوم تھا غصہ سا آگیا۔ ڈیوڑھی میں لیٹے ہوئے چوکیدار کو میں نے کہا کہ قبور کا انہدام جائز ہے تو کیا انھیں سجدہ کرنا بھی جائز ہے۔ کھسیانا سا ہو کر اُٹھا اور ان متبدعین کو سرزنش کرنے لگا۔ پاکستانی مبتدعین کو وہاں قبور پر ایسے افعال کرتے نہیں پایا یا تو وہ لوگ اس حکومت کے قانون سے خوف زدہ ہیں اور تقیہ کر جاتے ہیں یا ان خستہ قبور کو اس قابل تصور نہیں کرتے، پنجابی میں مثال مشہور ہے کہ سفید قبروں پر ہی پھول چڑھائے جاتے ہیں۔

قیام مکہ المکرمہ میں ایک جمعہ حرم پاک میں پڑھنا نصیب ہوا خطیب حرم نے توحید الٰہی پر بڑا عمدہ خطبہ دیا۔ حج اور قیام مکہ مکرمہ کے اعمال کا ذکر بھی کیا۔ بعد ازاں مدینہ منورہ جانا، مسجد نبوی کی حاضری، بارگاہ نبوی میں حضوری اور اس کے آداب، صلوٰۃ وسلام کا طریق سب عمدہ پیرائے میں بیان کیا۔ لیکن مدینہ طیبہ کی حاضری کو درجہ استحباب میں بیان کیا اور کہا اگر نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔ ان کے اس بیان میں علامہ ابن قیم و ابن تیمیہ کا نظریہ جھلک رہا تھا حالانکہ حدیث شریف

لا تشد الرحال الا الی ثلٰثة مساجد کے سمجھنے میں ان سے فاش غلطی سرزد ہوئی ہے۔ مقصد نبوی ارشاد سے یہ ہے کہ تین ہی مسجدیں ہیں مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصٰی جن کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے، کیونکہ ان میں نماز ادا کرنے کا دوسری مساجد سے زیادہ ثواب ہے، اور روئے زمین کی دوسری مساجد میں ثواب کی کمی و زیادتی نہیں۔ اس لیے ان کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز نہیں۔ چاہے سنگ مرمر سے تعمیر شدہ ہو یا گھاس پھوس سے، سب میں نماز ادا کرنے کا ایک ہی درجہ ہے۔ للہٰذا ان کی زیارت کے لیے سفر درست نہیں۔ نہ کہ مطلقاً باقی اسفار کو ناجائز قرار دیا گیا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ طلب علم، عیادت مریض، شادی بیاہ کے سب سفر ناجائز ہوں گے۔ جہاں تک روضہ نبوی کی زیارت کا تعلق ہے۔ احناف کے نزدیک یہ اہم ترین عبادت، خوش بختی اور حج کرنے والے کے لیے واجبات سے ہے اور انتہائی باعث رحمت و برکت ہے۔ شاید ان حضرات کی نگاہ سے یہ روایات اوجھل ہو گئی ہیں۔

من حج فلم یزرنی فقد جفانی

"جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر ظلم کیا"،

من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی

"جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت لازم ہو گئی"،

اگر کسی کو ظلم و جفا کا حوصلہ ہو تو ہو۔ ہمیں تو اس لفظ سے ہی کپکپاہٹ طاری ہو جاتی ہے، اور اگر کسی کو شفاعت کی ضرورت نہیں تو نہ سہی، ہم تو زندہ ہی اس امید شفاعت سے ہیں۔ ہمارے عمل کونسے ہیں جو ہمیں کفایت کریں، اور پھر سوچیے نا مسجد نبوی کو اگر کوئی فضیلت ہے تو یہی نا کہ یہ آپ کی مسجد ہے آپ اس میں آرام فرما ہیں۔ ورنہ اسے اور کون سی فضیلت ہے۔

حج سے فراغت کے بعد اگر بیت اللہ سے جدائی کا قرب سوہان روح بن رہا تھا تو ساتھ ہی بارگاہِ خاتم الانبیاء میں حاضری کی تمنا دل میں چٹکیاں لے کر اس کے فراق میں کمی کا باعث بن رہی تھی۔ بالآخر شام کے بعد طواف رخصت کیا اور بادیدہ گریاں سینہ بریاں دوبارہ حاضری کی درخواست گذار قیام گاہ کی راہ لی۔ اگلا سارا دن قافلہ کی ترتیب اور بکھروں کو اکٹھا کرنے میں صرف ہو گیا۔ ایک ساتھی جان بوجھ کر کھسک گیا وہ ملے تو کہنے لگے ایک صاحب جن کے بوجھ سے عاری تھے وہ گم ہو گئے۔ وہ راستہ میں سرگرداں مل گئے اور ایک دوست شوکت علی نامی بخار میں مبتلا ہو کر بیہوش ہو گئے انھیں ہسپتال میں داخل کروایا جو دو روز بعد اسی حالت میں چل بسے۔ معلوم ہوا کہ کعبۃ اللہ کے سامنے رکھ کر لاکھوں نفوس نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور جنت المعلیٰ میں سپرد خاک ہوئے۔ ایسی موت پر رشک آتا ہے درحقیقت یہ اس کی دعا کا ثمرہ تھا جو اس نے عرفات میں رو رو کر مانگی تھی۔

عصر کے وقت قافلہ روانہ ہوا اور داہنے رستہ کی بجائے بائیں پر چل پڑا۔ ادھر مکۃ المکرمہ کی نئی طرز کی عمارات و آبادی دیکھنے کا موقعہ مل گیا جہاں وادی غیر ذی زرع کا تصور تک نہیں آسکتا۔ امریکن طرز تعمیر کی کوٹھیاں درمیان میں دو سڑکیں جن کے بیچوں بیچ گھاس کے پلاٹ۔ پھولوں کے قطعات جابجا فوارے چھوٹ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ ہم رستہ بھٹک گئے ہیں۔ واپس صحیح راستہ کو ہوئے اور شام کی نماز مسجد تنعیم جسے مسجد عائشہ بھی کہا جاتا ہے میں ادا کی، اور ارض طیبہ کی راہ لی۔ اب تلبیہ کی بجائے صلوٰۃ و سلام کے زمزمے وجد آفریں ہو رہے ہیں۔ راستہ میں رابغ مستورہ وغیرہ پڑاؤ آئے۔ لیکن ذوق و شوق سے رکنے کا نام نہ لیا اور بدر سے ہوتے ہوئے فجر کی نماز سے چنداں پہلے مدینہ منورہ سے دور یہیں ٹھہرا دیں۔ اگرچہ اس رستہ کا ذرہ ذرہ ماہ و خورشید کو شرماتا ہے۔ لیکن میدان بدر سے ذرا ہٹ کر قابل زیارت ہے۔ اس میدان میں چند وہ قدسی صفات

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

جیسے اندھے پن کو دور فرما کر اس کی دل کی نگاہ کو کھول دیتا ہے اگر
انسان یہ چاہتا ہے تو سمجھو کہ جو شخص دنیا سے بے رغبتی کرے۔ اور اپنی
امیدوں کو مختصر کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو بغیر سیکھے علم عطا
فرماتے ہیں۔ اور بغیر کسی کے راستہ دکھائے خود ہدایت فرماتے
ہیں۔ (در منثور)

حضرت جابرؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے اپنی امت
پر سب سے زیادہ خوف خواہشات کی کثرت اور امیدوں کے بڑھ
جانے کا ہے۔ خواہشات حق سے ہٹا دیتی ہیں اور امیدوں کا طویل
ہونا آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ یہ دنیا بھی چل رہی ہے۔ اور ہر دن دور
ہوتی جا رہی ہے اور آخرت بھی چل رہی ہے اور ہر دن قریب ہوتی
جا رہی ہے۔ (یعنی ہر وقت، ہر آن زندگی کم ہوتی جا رہی ہے)

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی — گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

اگر گھنٹے کی آواز کو غور سے سنا جائے تو واقعی
گھٹا دی گھٹا دی کا نعرہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد
فرمایا کہ دنیا اور آخرت ہر ایک کے اس دنیا میں سپوت ہیں
اگر تم سے ہو سکے تو اس کی کوشش کرو کہ دنیا کے سپوت نہ بنو
آخرت کے سپوت بنو۔ آج عمل کا (اور کھیتی کے بونے کا) دن ہے
حساب کا دن نہیں ہے کل کو تم آخرت کے گھر میں ہوگے۔ جہاں عمل
نہیں (بلکہ کھیتی کے کاٹنے اور بدلہ کا دن ہے) مشکوٰۃ

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں تین آدمی ایسے ہیں کہ جب
مجھے ان کا خیال آتا ہے تو اس قدر تعجب ہوتا ہے کہ مجھے ہنسی آنے
لگتی ہے۔ ایک وہ شخص جو دنیا میں امیدیں لگائے بیٹھا ہو اور موت
اس کی فکر میں ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) غافل
ہے۔ اور (اللہ تعالیٰ شانہٗ) اس سے غافل نہیں۔ تیسرے وہ شخص
جو منہ بھر کر (کھل کھلا کر) ہنستا ہے اور اس کو اس کی خبر نہیں کہ
کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس سے خوش ہیں یا ناراض ہیں۔ (حالانکہ یہ
فکر ایسی چیز ہے کہ کسی وقت بھی ہنسی نہ آنا چاہئے) اور تین چیزیں
ایسی ہیں جو مجھے ہر وقت غمگین رکھتی ہیں۔ یہاں تک کہ میں رونے
لگتا ہوں۔ ایک دوستوں کا فراق یعنی حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کا،
دوسرے موت کا فکر۔ نامعلوم خاتمہ اسلام پر ہو گا یا کفر پر، اچھی موت
ہوگی یا بری۔ تیسرے حشر میں حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا۔
نامعلوم میرے لئے جنت کا حکم ہو یا دوزخ کا۔

ایک شخص نے زرارہ بن اوفی کو ان کے انتقال کے بعد خواب
میں دیکھا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ سب سے بڑھا ہوا عمل کیا ہے

انہوں نے فرمایا: توکل اور امیدوں کا مختصر رکھنا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ زہد امیدوں کے مختصر کرنے
کا نام ہے۔ موٹا کھانے اور جبہ پہننے کا نام نہیں ہے

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ امید رکھوں کہ میں
ایک مہینہ زندہ رہوں گا۔ تو اپنے آپ کو بڑا مجرم سمجھوں۔ اور اس
کی کس طرح امید کر سکتا ہوں۔ ایسی حالت میں کہ میں دیکھتا ہوں
کہ آئے دن لوگوں کو حوادث کبھی رات میں پکڑ لیتے ہیں۔ کبھی دن میں
پکڑ لیتے ہیں۔

قعقاع بن حکیم کہتے ہیں کہ میں تیس برس سے ہر وقت موت
کے لئے تیار ہوں۔ اگر وہ آجائے تو مجھے ذرا بھی اس کی تاخیر
کی خواہش نہ ہو۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں ایک
بزرگ کو دیکھا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں تیس برس سے اس مسجد میں
ہر وقت موت کا انتظار کرتا ہوں۔ اگر وہ آجائے تو مجھے نہ کسی سے
کچھ کہنا نہ سننا۔ نہ میرا کسی کے پاس کچھ چاہئے نہ کسی کا میرے پاس

ابو محمد زاہد کہتے ہیں میں ایک جنازہ کے ساتھ چلا۔ حضرت
داؤد طائیؒ بھی میرے ساتھ تھے۔ قبرستان پہنچ کر وہ ایک جگہ
علیحدہ کو بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا وہ فرمانے لگے
جو شخص اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرتا ہو، اس کے لئے دور کا
سفر (یعنی آخرت کا) آسان ہے اور جس شخص کی امیدیں لمبی ہوتی ہیں
اس کا عمل سست ہو جاتا ہے۔ اور جو چیز آنے والی ہے،
(یعنی موت) وہ قریب ہے۔ بھائی ایک بات سمجھ لے کہ جو چیز بھی
تجھے تیرے رب سے اپنی طرف مشغول کرے وہ منحوس ہے۔ ایک
بات سنو۔ جتنے آدمی دنیا میں ہیں سب ہی کو قبر میں جانا ہے۔
اس وقت ان کو اس چیز کی ندامت ہوگی جو یہاں چھوڑ دی۔ اور
اس چیز کی خوشی ہوگی۔ جو آگے بھیج دی۔ اور جس چیز پر مرنے والے
کو ندامت ہے اس پر یہ رہنے والے (وارث) لڑتے جھگڑتے
اور مقدمہ بازی کرتے ہیں۔ (احیاء)

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے گناہوں پر نادم ہونے کی
توفیق بخشے۔ آخرت کا ڈر عطا فرمائے۔ دل کی سختی۔ دنیا کے لالچ
اور امیدوں کے طویل ہونے سے ہمیشہ ہمیشہ بچائے رکھے۔ آمین ثم آمین

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہے

میراث میں عدل	۱۰۳ صفحات	قیمت	۲/۲۵
مسخ الاشکال	۳۲ "	"	-/۹۵
شادی کی جاہلانہ رسمیں	۴۰ "	"	-/۶۵
تحریف الاذان	۴۸ "	"	-/۹۰
رقص و سرود	۳۲ "	"	-/۹۰

یہ پانچ مختصر رسائل علامہ ابوالخیر اسدی کے قلم سے ہیں جنہیں مکتبہ اعلیٰ محلہ سادات بیرون دہلی گیٹ ملتان نے بڑے اچھے انداز میں طبع کرایا ہے اور گھر گھر پہنچانے کے نقطہ نظر سے انتہائی واجبی قیمتوں پر فروخت کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ علامہ اسدی کے رسائل عام طور پر ان خرابیوں کی اصلاح سے متعلق ہوتے ہیں جو عقائد و اعمال اور معاشرت وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان رسائل کا بھی یہی عالم ہے۔ پہلے رسالہ میں میراث سے متعلق اسلامی احکام کا بیان ہے وہ مظلوم جنہیں کتاب و سنت نے وراثت کا حقدار قرار دیا ہے۔ لیکن معاشرہ ان سے انصاف نہیں کر رہا۔ ان پر تفصیلی بحث ہے۔ دوسرے رسالہ میں بعض صحابہؓ کا شکار چند بدبخت لوگوں کی شکلیں بگڑ جانے سے متعلق مستند واقعات ہیں۔ باقی رسالوں کے نام سے ظاہر ہے کہ ان میں شادی کی لایعنی اور فضول رسمیں، اذان سے پہلے یا بعد اپنی طرف سے نئے نئے کلمات کی ایجاد اور ناچ گانے پر تبصرہ ہے۔ یہ بے اعتدالیاں معاشرہ میں بری طرح رچ بس گئی ہیں۔ ان کی اصلاح از بس ضروری ہے۔ اسی جذبہ سے یہ رسالے لکھے گئے ہیں۔ ہم صاحب استطاعت لوگوں سے گزارش کریں گے کہ وہ ان رسائل کو وافر تعداد میں خرید کر عام لوگوں تک پہنچائیں۔ مکتبہ اعلیٰ اس کاوش پر مبارکباد کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ مزید ہمت دے۔

کشف الاسرار حضرت مولانا محمد صدیق لائلپور
۱۳۴ صفحات ۔ قیمت درج نہیں۔
ملنے کا پتہ: عمیر اکیڈیمی، لائلپور

ساہیوال کے ایک شیعہ ڈاکٹر غلام حسین کی طرف سے فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت پر ۳۲ ایسے سوالات جو شیعہ حضرات کے نزدیک بڑے اہم اور ان کے خود ساختہ مذہب کی بنیاد ہیں، کے جوابات لائلپور کے مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد صدیق نے دیے۔ جنہیں جناب محمد سلیمان اظہر ایم اے نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔

شیعہ سنی نزاع بڑا قدیم ہے اور اس مسئلہ پر حضرت شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، امام ابوبکر اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے بزرگ شافی بحث کر کے اہل سنت کا حق و صواب پر ہونا واضح کر چکے ہیں لیکن بعض لوگ کبھی کبھی گڑھے مردے اکھاڑ کر "محقق" بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی حال غلام حسین صاحب کا ہے لیکن مجیب نے مسکت جواب دے دیا۔ اہل حق کے لیے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے بہت کچھ معلومات میں اضافہ ہوگا۔

سید شمس الدین شہیدؒ ۱۱۲ صفحات کا یہ کتابچہ اشفاق ہاشمی صاحب کے قلم سے ہے اور یہ اس کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ جس کے پیش لفظ کے طور پر چوہدری ظہور الٰہی صاحب ایم۔ این۔ اے نے بھی چند صفحات لکھے ہیں۔

ہاشمی صاحب نے اس کتابچہ میں بلوچستان کے مرد مجاہد ملت، شہید فی سبیل اللہ سید شمس الدین کا تذکرہ بڑے نپے تلے انداز میں کیا ہے۔ راہ حق کے مسافر اس کتابچہ کو ضرور پڑھیں ـــــــ ۵۰/۲ روپے ہے یہ کتاب